شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن چیمہ حفظہ اللہ تعالیٰ

اصلاحی صاحب کی اصلاحِ بخاری کا ایک جائزہ!

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کے رسالہ "تدبر" کے چند شمارے مدیر "محدث" کی طرف سے بغرضِ نقد و تبصرہ وصول ہوئے۔ ان میں سے شمارہ ۵۲ (۱۹۹۶ء) ہمارے پیشِ نظر ہے، جس میں "تدبرِ حدیث" کے عنوان سے مولانا نے صحیح بخاری کی کتاب الوضوء کی احادیث کو تشریح و توضیح کی سان پر چڑھا کر امام بخاری رحمہ اللہ کی غلطیاں نکالنے کی کوشش کی ہے۔ سبحان اللہ!

محترم مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے اصلاحی صاحب کے بارے تحریر فرمایا تھا:

"جہاں تک میرا یقین ہے، مولانا نہ منکرِ حدیث ہیں نہ ان کو سنت سے انکار ہے ۔۔۔۔ لیکن مولانا نے جس انداز سے بحث کا آغاز فرمایا ہے، اس سے چور دروازے کھل سکتے ہیں اور منکرینِ حدیث کو اس سے کافی مدد مل سکتی ہے!"

(حجیتِ حدیث ص ۹۸)

یہ ان دنوں کی بات ہے، لیکن آج؟ ۔۔۔ قارئینِ کرام اس کا حال گذشتہ شمارے میں مدیرِ محدث کے قلم سے معلوم کر چکے ہیں!

یہ ایک حقیقت ہے کہ دینِ اسلام کے خلاف لکھنے اور بولنے والوں نے اب تک جو اعتراضات امام بخاری رحمہ اللہ اور صحیح بخاری پر کئے ہیں، ان سے معترضین کا مقصود یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے مسلمانوں کا صحیح بخاری اور امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتماد متزلزل ہو ۔۔۔ غالباً انہیں اس امر کا احساس ہو چکا ہے کہ اگر حدیثِ رسول ﷺ کا پہرہ قرآنِ مجید سے اٹھ جائے تو اسے تاویلات کا نشانہ بنانے کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے گی، اور یوں دینِ اسلام کی ان دو بنیادوں (کتاب و سنت) پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد باقی عمارت کو ڈھا دینا کچھ مشکل نہ ہو گا۔ افسوس! مولانا اصلاحی صاحب انہی اسلام دشمنوں کے لئے نہ صرف بڑے خلوص سے مواد مہیا کر رہے ہیں، بلکہ

اب تو وہ خود بھی اسی کی صف میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔۔ کس قدر سیانا تھا وہ جاہلی شاعر، جس نے کہا تھا ؎

اکلّما ۔۔۔ حار بت ۔۔۔ حر اعنا

تحدثوني ۔۔۔ کاذبی ۔۔۔ لامهد ۔۔۔ جمل

لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ مخالفین نے جس قدر اعتراضات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور صحیح بخاری پر کئے، ان پر اسی قدر زیادہ اعتماد مسلمانوں کے دلوں میں بڑھا، اور الٹا مخالفین ان کی نفرت کا شکار ہوئے۔۔۔ سچ ہے، چاند کا تھوکا منہ پر آتا ہے!

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ہم نہ نبی سمجھتے ہیں نہ صحابی، کہ ان پر تنقید جائز نہ ہو۔۔۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ رب العزت نے انہیں اپنے محبوب ﷺ کے فرامین کی پاسبانی کے لئے چن لیا تھا، اور کتاب اللہ (قرآنِ مجید) کے بعد روئے زمین پر صحیح ترین کتاب ہونے کا شرف آپ کی صحیح بخاری کو حاصل ہے۔۔۔ امت مسلمہ کا اس امر پر اتفاق ہے، "صحیح" اس کے نام کا لازمہ ہے، اور جب بھی کوئی حدیث بیان کی جائے تو سننے والے سب سے پہلے یہی پوچھتے ہیں کہ کیا یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے؟۔۔۔ آوازۂ خلق، نقارۂ خدا!

یہی وجہ ہے کہ ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کو صحیح بخاری پر تنقید سمجھتے ہیں، بالخصوص جب کہ ہدفِ تنقید خود صحیح بخاری ہو۔۔۔ اور صحیح بخاری پر تنقید حضور ﷺ کو طعنے دینے کے مترادف ہے، جسے ہم برداشت نہیں کر سکتے!۔۔ پس ہمیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و محبت اس بناء پر ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ خادم حدیث رسول اللہ ﷺ ہیں، اور اسے اپنے لئے ایک عظیم سعادت سمجھتے ہیں کہ جہاں تک بس چلے، آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مکھیاں مچھر ہٹاتے رہیں!

مولانا اصلاحی صاحب شمارہ مذکورہ کے صفحہ ۱۱ پر زیرِ عنوان "تدبر حدیث" صحیح بخاری سے درج ذیل الفاظ نقل کرتے ہیں:

"باب ماجاء فی الوضوء وقول اللہ تعالیٰ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ ۔۔۔ الخ[1]"

---

[1] صحیح بخاری میں خط کشیدہ الفاظ یوں ہیں:

"باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ"

پھر ترجمہ کے بعد "وضاحت" کے عنوان سے یوں رقمطراز ہیں:

"قرآنِ مجید کی جو آیت باب کے تحت (۲) نقل کی گئی ہے، وہ اس قرآت کے مطابق ہے جس کو ہم صحیح نہیں مانتے - یہ شیعہ حضرات کی قرآت ہے - یہاں "ارجلکم" کو "ل" کی زیر کے ساتھ نقل کیا گیا ہے - جب کہ قرآتِ حفص میں، جو کہ متواتر قرآت ہے "ارجلکم" کے "ل" کی زبر ہے!"

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

"جن لوگوں نے اس کو مسح کے تحت داخل کیا ہے ان کا قول متواتر قرآت اور متواتر سنت کے خلاف ہے اور عربیت کے بھی!"

یوں مولانا اصلاحی صاحب نے پہلی عبارت میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "ارجلکم" کو "ل" کی زیر کے ساتھ نقل کرکے شیعہ قرآت کو ترجیح دی ہے۔ اور اس مفروضہ کو مزید زہرناک بنانے کے لئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ "یہ شیعہ حضرات کی قرآت ہے!" ---- جب کہ دوسری عبارت لکھ کر اس کا نشانہ بھی امام صاحب ہی کو بنایا ہے، کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عربیت سے ناواقف تھے اور سنتِ متواترہ اور قرآتِ متواترہ کا بھی ان کو علم نہ تھا ---- مقصود یہ ہو سکتا ہے کہ نہ صرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر اپنی علمی برتری اور ادبی تفوق کا اظہار کیا جائے، بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شیعہ کے کھاتے میں ڈال کر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بیزاری اور نفرت کی راہ بھی ہموار کی جائے ---- اور یوں صحیح بخاری پر امتِ مسلمہ کا اعتماد ڈانواں ڈول ہو سکے،

لیکن ہمیں مولانا اصلاحی صاحب پر ترس آرہا ہے کہ بیکار محنت کر رہے ہیں، اور خواہ مخواہ مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں ---- اولاً اس لئے کہ ہمارے ہاں جو نسخے صحیح بخاری کے مروج ہیں، ان میں سے کسی میں بھی "ل" کی زیر والی قرآت ہی سرے سے موجود نہیں ہے ---- اور ثانیاً اس لئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی صحیح بخاری میں آگے جاکر جو باب باندھے ہیں، ان میں اپنا مسلک واضح کرکے رکھ دیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پاؤں پر مسح کرنے کے نہیں، بلکہ انہیں دھونے کے قائل و فاعل ہیں ---- ملاحظہ ہو صحیح بخاری کا باب ۱۲۲:

۲۔ "باب کے تحت" نہیں، بلکہ صحیح بخاری میں باب ہی اس آیت پر مشتمل ہے، مولانا نے یہ دو تبدیلیاں کیوں کی ہیں؟ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے!

(۳) (آئندہ صفحہ پر)

"باب غسل الرّجلین ولا یمسح علی القدمین!"

"(وضو میں) پاؤں دھونے کا بیان' اور ان پر مسح نہ کرے!"

پھر اسی باب کے تحت امام صاحب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار فرمایا:

"ویل للاعقاب من النّار"

یعنی وضو میں جو ایڑیاں خشک رہ گئی ہیں (اور دھونے کے باوجود پانی سے تر نہیں ہو سکیں) ان کو دوزخ کی آگ' جس کا نام "ویل" ہے' جلائے گی!

اس کے بعد باب نمبر ۱۲۴ یوں ہے:

"باب غسل الاعقاب وکان ابن سیرین یغسل موضع الخاتم اذا توضّأ"

"ایڑیوں کو دھونے کا بیان' اور محمد ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ وضو میں انگوٹھی کی جگہ دھوتے تھے!"

پھر اس باب کے تحت بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے "ویل للاعقاب من النّار" والی روایت نقل فرماتے ہیں' ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۱۴۶!

اس جگہ یہ بات معلوم ہونا بہت ضروری ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب کا عنوان قائم کر کے جو آثار اس باب کے تحت نقل فرماتے ہیں' وہ امام صاحب کے مختار مسائل پر دلیل ہوتے ہیں --- علاوہ ازیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی بات کی وضاعت کے لئے بھی آثار نقل فرماتے ہیں' یا اگر حدیث الباب میں دو احتمال ہوں تو ان میں سے ایک کو ترجیح دینے کے لئے بھی آثار نقل فرماتے ہیں تاکہ ایک احتمال کا تعین ہو جائے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

۳۔ واضح رہے کہ آیتِ قرآنی' جس میں وضوء کا حکم ہے:

"وَاِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ" (المائدۃ)

میں اگر "ارجلکم" کے "ل" کی زبر پڑھی جائے تو وضوء میں پاؤں کا دھونا ثابت ہوتا ہے' جب کہ "ل" کی زیر یعنی "وارجلِکم" پڑھنے کا نتیجہ پاؤں کا مسح ہے!

اب دیکھئے کہ امام صاحب نے باب ۱۲۲ میں اپنا مسلک بیان فرمایا، جو نہ صرف "پاؤں دھو... نے الفاظ پر مشتمل ہے، بلکہ اس میں قدموں پر مسح کی ممانعت بھی موجود ہے ۔۔۔۔ پھر اس کی تائید میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث "ویل للاعقاب من النار" لائے ہیں! اس کے بعد باب ۱۲۴ میں ایڑیاں دھونے کا حکم بیان فرمایا اور اس کے تحت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا فعل نقل کر کے حجت پوری کردی کہ میں نہ صرف وضوء میں پاؤں دھونے کا قائل و فاعل ہوں، بلکہ اس سلسلہ میں اس قدر حزم و احتیاط کا داعی کہ اعضائے وضو میں سے کوئی جگہ بھی خشک نہ رہنی چاہیئے حتیٰ کہ انگوٹھی کے نیچے کی جگہ بھی دھونی جائے ۔۔۔ اور اسی پر اکتفاء نہیں کی، اس کے بعد پھر اس باب کے تحت حدیث "ویل للاعقاب من النار" حضرت ابوہریرہؓ سے نقل فرمائی ہے مزید برآں آئندہ باب ۱۲۵ میں الفاظ "باب غسل الرجلین ولا یمسح علی النعلین" ذکر فرما کر تو گویا اتمامِ حجت میں کوئی کسر ہی باقی نہیں چھوڑی کہ وضوء میں پاؤں دھوئے ہی جائیں گے ۔۔۔۔ لیکن مولانا اصلاحی صاحب ہیں کہ اس قدر شدید تاکید اور امام صاحب کی بار بار وضاحت کے باوجود آپ کو ان لوگوں کے ساتھ ملانا چاہ رہے ہیں جو وضوء میں پاؤں دھونے کی بجائے ان پر مسح کے قائل ہیں ۔

۔۔۔۔ اب تین ہی صورتیں ممکن ہیں :

۱۔ یا تو مولانا اصلاحی صاحب کو صحیح بخاری کا علم نہیں، اور بایں ہمہ وہ اس پر تنقید کرنے نکلے ہیں!

۲۔ یا وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو عربیت سے اس قدر بے بہرہ سمجھتے ہیں کہ امام صاحب کو "ارجلکم" کے "ل" کی زبر کی بجائے زیر پڑھنے سے جو فرق واقع ہوتا ہے، وہ بھی معلوم نہیں!

۳۔ اور یا پھر وہ دیدہ و دانستہ خلقِ خدا کو دھوکہ دینے کے مرتکب ہو رہے ہیں، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے نفرت پیدا کر کے اس حوالہ سے عوام الناس کو حدیث و سنتِ رسول ﷺ سے دور رکھنا چاہ رہے ہیں۔

بہرحال ان میں سے جو بھی صورت مولانا کو منظور ہو، اس سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں!

مولانا مزید تحریر فرماتے ہیں :

"اس باب کے تحت کوئی حدیث نقل نہیں ہوئی۔ امام صاحب نے قرآنِ مجید کی آیت کا حوالہ دیا ہے، پھر ایک فتویٰ بھی نقل کیا ہے، لیکن کوئی روایت بلکہ تعلیق تک نہیں لائے۔ اگر یہ کہا

جائے کہ امام صاحب کی جو شرائط ہیں' ان کے مطابق ان کو کوئی روایت نہیں ملی تب تو اس بات کی بنیاد ہی گر جائے گی۔ اگر کوئی روایت معیار پر پوری نہیں اتری تو باب ہی قائم نہیں کرنا چاہیئے تھا' اور اگر باب قائم کیا ہے تو روایت لانا چاہیئے تھی۔ میرا خیال ہے کہ ایسی روایتیں موجود ہیں جو امام صاحب کے معیار پر پوری اترتی ہیں' اور وہ ان کو نہیں لا سکے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کا کام ادھورا ہے !"

جواباً ہم مولانا اصلاحی صاحب سے یہ گذارش کرنا چاہیں گے کہ آپ نے "اگر' مگر" پر مشتمل یہ ساری عبارت محض اس لئے ترتیب دی ہے کہ امام صاحب کی تنقیص کر کے صحیح بخاری میں کیڑے نکال سکیں' چنانچہ ناظرین کو آپ نے کئی طرح سے چکر دینے کی کوشش کی ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اول آپ نے صحیح بخاری کے اصل الفاظ نقل نہیں کئے' بلکہ "باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ" کے الفاظ کو "باب ماجاء فی الوضوء وقول اللہ تعالیٰ" سے بدل دیا ہے' تاکہ باب اور آیتِ قرآنی کے الگ الگ ہونے کا تاثر دیا جا سکے۔ یہ آپ کی بنیاد کی پہلی اینٹ ہے' جو اپنی جگہ پر فٹ ہو گئی تو دوسری اور تیسری اینٹ آپ نے یوں جوڑی ہے کہ۔

" اس باب کے تحت کوئی حدیث نقل نہیں ہوئی !" ــــ اور "امام صاحب نے قرآنِ مجید کی آیت کا حوالہ دیا ہے !" ــــ یوں جب بنیاد مکمل ہو گئی تو اس کے بعد کی سطور بطور عمارت ہیں' جس کی تکمیل یوں ہوئی ہے کہ:

"اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کا (امام صاحب کا) کام ادھورا ہے !"

حالانکہ صحیح بخاری میں آیتِ قرآنی "وَإِذَا قُمْتُمْ..." باب کے تحت نہیں' بلکہ خود باب کا حصہ ہے۔ یا یوں کہئے کہ امام صاحب نے اس آیتِ قرآنی ہی کو باب بنایا ہے "باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ وَإِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔"

چنانچہ جب صورتحال یہی ہے' اور اس کے باوجود مولانا اصلاحی صاحب اس کے تحت کوئی حدیث نہ لانے پر ناراض ہو رہے ہیں' تو کیا مولانا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قرآنِ مجید کی آیت کا اس وقت تک اعتبار نہیں کیا جا سکتا' جب تک اسے حدیث سے مدلل نہ کر لیا جائے؟ ــــ چنانچہ

انہوں نے لکھا ہے :

"اگر یہ کہا جائے کہ امام صاحب کی جو شرائط ہیں' ان کے مطابق ان کو کوئی روایت نہیں ملی تب تو اس بات کی بنیاد ہی گر جائے گی !"

۔۔ کس بات کی بنیاد مولانا ؟ ۔۔۔۔ یہاں تو "بات" خود قرآنِ مجید کی آیت ہے' اگر اس کی تائید میں امام صاحب نے کوئی حدیث یا تعلیق درج نہیں کی ' تو کیا قرآنِ مجید کی یہ آیت غلط ہوجائے گی ؟ ۔۔۔ امام صاحب نے درست لیا اور قرآنِ مجید کا اصل مقام ملحوظ رکھا کہ اس کی آیت پر حدیث سے دلیل لانے کی ضرورت نہیں سمجھی' لیکن آپ نے حدیث دشمنی میں قرآنِ مجید کا بھی لحاظ نہیں کیا اور مصر ہیں کہ :

" امام صاحب کو باب ہی قائم نہیں کرنا چاہیئے تھا اور اگر باب قائم کیا ہے تو روایت لانی چاہیئے تھی ' ورنہ امام صاحب کا کام ادھورا ہے " ۔۔ او کما قال !

مولانا! آپ کہاں گھوم پھر رہے ہیں ؟ کیا حدیث کے بغیر قرآنِ مجید سے دلیل لینا غلط ہے ؟ ۔۔۔۔ یا قرآنِ مجید کے حوالہ سے اگر بات کی جائے تو کیا آپ کے نزدیک کام ادھورا رہتا ہے ؟ ۔۔۔۔ امام صاحب کے پیشِ نظر مسائل کا استنباط ہے' اور اگر مسئلہ قرآنِ مجید سے مستنبط ہوجائے تو اس سے بہتر اور دلیل کیا ہوگی ؟ ۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب نے مذکورہ باب میں آیت نقل کرکے یہ واضح کردیا ہے کہ اس مسئلہ میں اصل ماخذ قرآنِ مجید ہے !

علاوہ ازیں آپ سے کس نے یہ کہہ دیا ہے کہ امام صاحب جو بھی باب قائم کریں' اس کے تحت ضرور ہی حدیث لائیں ؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے بہتیرے ابوب میں یوں بھی کیا ہے کہ صرف "فیہ عن فلان" ایسے الفاظ ذکر فرما کر اس حدیث کی طرف اشارہ کردیتے ہیں ' جو پہلے گزر چکی ہوتی ہے' اور یا جو آئندہ آنے والی ہوتی ہے' تاکہ مسئلہ ثابت ہوجائے ۔۔۔۔ اور اگر امعانِ نظر سے توجہ فرمالی جائے تو معلوم ہوگا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں وضوء کے پورے آداب ' طریقے ' جائز اور ناجائز سب مسائل ذکر فرمادیئے ہیں ۔۔۔ چنانچہ آیۂ قرآنی کے بعد باب کے آئندہ الفاظ درج ذیل ہیں :

"قال ابو عبداللہ وبیّن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم انّ فرض الوضوء مرّۃً مرّۃً وتوضّأ ایضًا مرّتین وثلثًا ثلثًا ولم یزد علی ثلاث و کرہ اھل العلم الاسراف فیہ وان یّجاوزوا فعل النبیّ صلی اللہ

علیہ وسلم"

یعنی وضوء فرض تو صرف ایک ایک دفعہ اعضاء کا دھونا ہے' لیکن دو دو اور تین تین مرتبہ بھی ثابت ہے ---- اور یہ کہ ایک سے کم اور تین سے زیادہ دھونا ناجائز ہو گا' نیز وضوء میں اسراف اور نبی اکرم ﷺ کے فعل سے تجاوز نہ کیا جائے!

پھر یہ بات بھی ہرگز نہیں کہ امام صاحب رحمہ اللہ کو اس موضوع پر کوئی روایت صحیح' یا اپنے معیار کے مطابق نہ ملی ہو ---- ایک شخص نے دیکھا کہ ایک آدمی بیٹھا رو رہا ہے' اس نے پوچھا کہ بھائی روتے کیوں ہو؟ اس نے جواب دیا کہ برتن خالی ہے! ---- مولانا اصلاحی صاحب کے ہاں بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے' ڈھنڈورا تو پیٹا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو ان کی شرائط کے مطابق کوئی حدیث نہ مل سکی اور یہ کہ ان کا کام ادھورا ہے ---- مگر ؎

کم من عائب قولاً صحیحا وآفته من الفهم السقیم

یعنی کتنے ہی لوگ صحیح بات میں عیب نکالنے والے ہوتے ہیں' لیکن ان کے ہاں اصل مصیبت یہ ہوتی ہے کہ ان کا فہم ہی بیمار ہوتا ہے!

اہلِ علم اور صحیح بخاری پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ امام موصوف نے اسی صحیح بخاری میں ذرا آگے چل کر باب قائم فرمایا ہے:

"باب الوضوء مرةً مرةً"

اور اس میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل فرمائی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وضوء میں ایک ایک مرتبہ اعضاء کو دھویا!

اس کے بعد کا عنوان ہے:

"باب الوضوء مرتین مرتین"

اس باب میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وضوء میں دو دو مرتبہ اعضاء کو دھویا!

پھر عنوان قائم فرمایا:

"باب الوضوء ثلٰثاً ثلٰثاً"

اس میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے!

اور یہ طریقہ صحیح بخاری میں شائع و ذائع ہے ---- "کتاب الشہادات" میں" باب

ماجاء فی البینۃ علی المدعی" میں صرف دو قرآنی آیات ہی نقل فرمائی ہیں' جب کہ اس موضوع پر حدیث اس سے قبل "کتاب الرھن" کے "باب اذا اختلف الراھن والمرتھن" میں حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے ذکر ہو چکی ہے' جو کہ اس مسئلہ پر بہترین مستدل ہے --- یا پھر اس کے بعد "باب الیمین علی المدعی علیہ" میں بھی اس مسئلہ پر بہترین مستدل حدیث موجود ہے' لہٰذا اس جگہ پر قرآنِ مجید کی صرف دو آیات ذکر کر کے طالب علم کی راہنمائی فرما دی --- اسی طرح اگر "باب الوضوء" میں امام صاحب نے ایک قرآنی آیت ذکر فرما کر اس سے استدلال فرمالیا' اور بعد میں اپنے مستدل پر کئی روایات نقل فرما دیں تو کمزوری' نہ دیکھنے والوں کی ؟ یا امام موصوف رحمہ اللہ کی ؟

(جاری ہے)

انتقالِ پُرملال

گزشتہ دنوں جامعہ علوم اثریہ جہلم کے مدیر التعلیم والامتحانات مولانا محمد عبداللہ صاحب کی اہلیہ قضائے الٰہی سے انتقال کر گئیں ---

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن !

مرحومہ کی نمازِ جنازہ مدیر الجامعہ حافظ عبدالحمید صاحب عامر نے مرکزی جنازہ گاہ میں پڑھائی جس میں جامعہ کے تمام اساتذہ کرام، طلباء اور مولانا عبداللہ صاحب کے عزیز و اقارب کے علاوہ شہر جہلم کی معروف دینی و سماجی شخصیات نیز عوام الناس کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

رئیس الجامعہ جناب علامہ محمد مدنی نے مولانا عبداللہ صاحب سے اظہارِ تعزیت کیا اور دعاء کی کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بشری لغزشوں سے درگزر فرما کر انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے: اللّٰھم اغفر لھا وارحمھا وعافھا واعف عنھا --- آمین!

(مقصود احمد سلفی)